ڈاکٹر ظہور الدین احمد

شہنشاہ جہانگیر کا ذوقِ شعر و ادب

شہنشاہ اکبر کے بعد اس کا بیٹا نورالدین جہانگیر تخت نشیں ہوا۔ اس نے بھی اپنے باپ کی طرح پرورش علم و ادب کا فیضان جاری رکھا۔ وہ اپنے باپ سے بڑھ کر جمالیاتی حس سے مالا مال تھا۔

جہانگیر کا نام شیخ سلیم چشتی کے نام پر سلیم رکھا گیا۔ اکبر پیار سے اسے شیخو بابا کہا کرتے تھے۔ ۱۵۶۸ء تک اکبر کے ہاں جو اولاد ہوئی وہ بچپن میں ہی اللہ کو پیاری ہو گئی۔ اکبر کو اپنے جانشین کا شروع سے ہی خیال دامن گیر تھا۔ وہ اولیاء اللہ سے دعائیں منگواتے، منتیں مانتے۔ چنانچہ جب مریم الزمانی حاملہ ہوئیں تو ان کو خادماؤں کے ہمراہ شیخ سلیم کے قرب میں پہنچا دیا گیا۔ چنانچہ سلیم ۱۷ ربیع الاول ۹۷۷ھ (۳۰ اگست ۱۵۶۹ء) کو پیدا ہوئے۔ اکبر آگرہ سے اجمیر تک ۲۲۸ میل پیدل چل کر حضرت معین الدین چشتی کے مزار پر شکرانہ کے لیے حاضر ہوئے۔

رواج کے مطابق چار سال چار مہینے اور چار دن کی عمر میں بسم اللہ شروع ہوئی اور مولانا میر کلاں ہروی جیسے باکمال استاد مقرر ہوئے۔ قطب الدین محمد خان انگہ اور عبدالرحیم خان خاناں جیسے بلند پایہ اتالیق میسر آئے۔ فارسی اور ترکی میں اچھی دسترس پیدا کی۔ شعر گوئی اور شعر فہمی کا ذوق پیدا ہوا۔ جمالیاتی احساس کی تربیت ہوئی۔ خوش نویسی، نقاشی اور مصوری کے استحسان میں گہرائی پیدا ہوئی۔ اس کے دل میں مناظرِ قدرت سے لطف اندوز ہونے کا شدید جذبہ ابھرا۔

سلیم لاڈ پیار میں پلا، آرام و آسائش میں بڑھا، اس لیے استراحت اور عیش کوشی کے ساتھ شراب نوشی بھی آئی، جفاکشی اور سخت جانی کی عادات نہ آئیں۔ اس لیے ضعفِ کردار زندگی کے آخری لمحوں تک اس کے ساتھ رہا۔

۱۵۹۹ء میں اکبر بیمار ہوا تو جانشینی کے لیے منصوبے بننے شروع ہوئے۔ جہانگیر کی عیاشی اور بے راہروی اس کے لیے سدِ راہ بن رہی تھی۔ اکبر اور جہانگیر کے تعلقات کشیدہ ہو رہے تھے۔ تخت کے دعوے داروں میں شاہزادہ مراد ۱۵۹۹ء میں چل بسا۔ شاہزادہ دانیال ۱۶۰۴ء میں لقمۂ اجل ہوا۔ راجہ

مان سنگھ کی نظریں سلیم کے بیٹے سلطان خسرو پر لگی تھیں۔ سلیم سمجھتا تھا کہ اکبر کا وزیر و مشیر ابوالفضل اس کا مخالف ہے اس لیے اس نے بیر سنگھ بندیلہ کے ہاتھوں اس کو قتل کروا دیا اور خود الہ آباد میں خودمختاری کا اعلان کر دیا اور سکہ بھی اپنے نام جاری کرا لیا۔ ابوالفضل کے اُٹھ جانے سے راستہ صاف ہو گیا۔ سلطان سلیمہ بیگم کے توسط سے باپ بیٹے میں صلح ہو گئی۔ آخر وہ ۱۶۰۵ء میں اکبر کی وفات پر جہانگیر کے لقب سے تخت نشیں ہوا۔

عہد جہانگیری میں ۱۶۲۲ء تک عموماً امن رہا۔ مقامی شورشیں اور فسادات دبا دیے گئے۔ میواڑ اور دکن کی مہمیں جاری رہیں۔ کچھ مزید علاقے سلطنت میں ملحق ہوئے۔ جہانگیر کے بیٹوں نے بھی باپ کے خلاف بغاوتیں کیں۔ سلطان خسرو فوت ہو گیا۔ شاہزادہ خرم کی بغاوت کامیاب رہی۔ جہاں گیر جب بیمار ہو کر کمزور ہو گیا تو مہابت خاں نے کامیابی سے بغاوت کی اور جہانگیر کو بھی بے بس کر دیا۔ اور جہانگیر کا سیاسی زور بھی ختم ہوا۔ جہانگیر نے ۱۰۳۷ھ (۱۶۲۷ء) میں وفات پائی اور شاہزادہ خرم شاہجہان کے لقب سے تخت پر قابض ہوا۔

شاعر

جہانگیر نے شعر کا بہت اچھا ذوق پایا تھا۔ وہ عروض کو سمجھتا تھا۔ سخن فہمی اور سخن شناسی کا بھی اچھا درک تھا۔ اپنی تزک میں اُس نے جا بجا ایسے واقعات کا ذکر کیا ہے اور موقع و محل کے مطابق اشعار لکھے ہیں جن سے اس کے حسن ذوق کا پتہ چلتا ہے۔ دوسرے شعرا پر اس کا تبصرہ اور انتقاد بھی عالمانہ ہوتا ہے۔ اس لیے کسی کم بضاعت شاعر کی کیا مجال جو اس کے سامنے شعر پڑھنے کی جرأت کر سکے۔ ایک دفعہ ایک شاعر نے اس کی مدح میں قصیدہ پیش کیا۔ مطلع یوں تھا۔ ع

ای تلرج دولت بر سرت از ابتدا تا انتہا

جہانگیر نے پوچھا عروض جانتے ہو۔ اس نے کہا حضور نہیں۔ جہانگیر نے کہا اچھا ہوا ورنہ تیرے قتل کا حکم دیتا۔ اس پر مصراع کی تقطیع کر کے بتایا کہ دوسرا رکن یوں آتا ہے "لت بر سرت" اور یہ سخت بے ادبی ہے۔

تذکرہ نتائج میں لکھا ہے۔ کلانوں میں حیرتی تخلص کا ایک شاعر شعر گوئی کا دم بھرتا تھا۔ اس نے نورجہاں کے توسط سے جہانگیر کے دربار میں رسائی کی کوشش کی۔ جہانگیر نے کہا۔ کلانوں کا پیشہ چاوشی اور دربانی ہے

اُن کو شاعری سے کیا نسبت۔ لیکن نورجہاں کے اصرار پر اس کو شعر پڑھنے کی اجازت دے دی آمی نے یہ شعر پڑھا ؎

متی بگریہ سہری داردای نصیحت گر کنارہ گیر کہ امروز روز طوفان است

جہانگیر نے فوراً اعتراض کیا۔ دیکھا اپنے پیشے کی رعایت رکھ لی۔ دوسرے موقع پر نورجہاں کی فرمائش پر آمی نے پھر قصیدہ پیش کیا۔ اور مطلع پڑھا ؎

من می روم و برق زنان شعلۂ آہم ای ہم نفسان دور شوید از سر راہم

جہانگیر مسکرا دیا اور اس نے کہا اپنے پیشے کا اثر کہاں جا سکتا ہے، جہانگیر کو اس کے تحت الشعور تک رسائی تھی اور وہ گویا انسانی نفسیات کو سمجھتا تھا۔

جہاں گیر خود شعر کہتا تھا اور اچھے برجستہ مطلب خیز شعر نکال لیتا تھا۔ اسے فی البدیہہ اشعار کہنے کا بھی ملکہ تھا۔ تزک میں مختلف موقعوں پر جو اس نے اشعار کہے ہیں۔ اس کی شگفتہ طبعی پر دلالت کرتے ہیں۔ اُس کی پوری غزل تو ایک ہی دستیاب ہوئی ہے جو پُرانے تنقیدی نقطۂ نظر کے مطابق سلیس و ہموار ہے۔ اس کے متفرق اشعار مختلف ذرائع سے تلاش کر کے ہم نے محفوظ کر لیے ہیں اور وہ یہ ہیں۔

من چوں کنم کہ تیر غمت بر جگر رسد تا چشم نا رسیدہ دگر بر دگر رسد

سا نہ می خرامی دست تو عالمی اسپند می کنم کہ مبادا نظر رسد

در وصل دوست مستم و در ہجر بیقرار داد از چنین غمی کہ مرا سر بسر رسد

مدہوش گشتہ ام کہ بپویم رہ وصال فریاد زاں زمان کہ مرا ایں خبر رسد

وقت نیاز و عجز جہاں گیر ہر سحر امید آنکہ شعلۂ نورِ سحر رسد (توزکِ جہانگیری)

ایک مرتبہ امیر الامرا کا یہ شعر اس کے سامنے پڑھا گیا ؎

یگر مسیح از سر یا کشتگانِ عشق یک زندہ کردن تو بصد خون برابر است

جہانگیر نے فوراً یہ شعر موزوں کہا ؎

از من متاب رخ کہ منم بی تو یک نفس یک تم شکستنِ تو بصد خوں برابر است (تزک۔ ص ۱۲)

خواجہ ہاشم ماوراء النہری کو ایک ہزار مہر بھیجی اور ساتھ ہی یہ رباعی بھی لکھی

ای آنکہ مرا محبّ تو بیش از پیش است از دولت یادِ بودت ای درویش است

چندانکہ زمژدہ ات دلم شاد شود   شادیم ز آنکہ لطف از حد بیش است
(تزک جہانگیری - ص ۱۵۰)

۱۰۲۹ء میں شاہزادہ خرم کے زور پہ عادل خاں نے اطاعت قبول کرلی۔ جہانگیر نے اس کے نام فرمان جاری کیا اور اس میں اپنا یہ شعر لکھا۔

شدی ز التماس شاہ خرم   بفرزندی ما مشہور عالم (تزک ص ۱۹۳)

ایک جگہ لوح سنگ بنوا کر اس پر اپنا شعر کندہ کروایا ؎

نشیمن گاہ شاہ ہفت کشور   جہاں گیر ابن شاہنشاہ اکبر (ر - ص ۲۴۳)

نظام الملک کو اپنی تصویر بھیجی اور ساتھ ہی اپنے دستخط سے یہ رباعی لکھی ؎

ای سوی تو دادیم نظر رحمت ما   آسودہ نشین بسایۂ دولت ما
سوی تو شبیہ خویش کردم ریوان   تا معنی ما بینی از صورت ما (ص ۲۴۶)

مولانا جامی کی ایک غزل کا یہ مصرع جہانگیر کو بہت پسند آیا۔ عبدالرحیم خانخاناں نے اس پر غزل لکھی۔

بہر یک گل زحمت صد خاری باید کشید

جہانگیر نے فی البدیہہ یہ شعر کہا ؎

ساغری بر رخ گلزار می باید کشید   ابر بسیار است می بسیار میباید کشید (ص ۲۲۵)

خان عالم، شاہ عباس صفوی کے پاس سفیر بن کر گیا تھا۔ جب واپس آیا اور کلانور کے قریب پہنچا جہاں جہانگیر مقیم تھا۔ جہانگیر نے اسے عطر بھیجا اور ساتھ ہی یہ شعر لکھا ؎

بسویت فرستادہ ام بوی خویش   کہ آرم ترا زود تر سوی خویش (ص ۲۸۷)

ایک ایک فی البدیہہ مصرعے تو کئی کہے ہوں گے۔ دو تین مندرجہ ذیل ہیں۔ کچھ کا ذکر اشعار نورجہاں کے ساتھ آئے گا۔

جہانگیر نے کہا۔ ع   ہیبت بادشاہ زد کالہ
طالب آملی نے کہا۔   گشت صحرا ز خون او لالہ
جہانگیر ــــــ   کاسہ نازک بود و آب آرام نتوانست کرد
قاسم خاں نے گرہ لگائی ؎

دیدہ عالم را چشمش ضبط اشک خود نکرد　　کاسہ نازک بود و آب آرام توانست کرد

نورجہاں نے ایک گلدستہ نرگس تیار کر کے بادشاہ کی خدمت میں بھیجا اور ساتھ ہی یہ مصرعہ لگایا

نیست نرگس چشم قدرت کرد شوق روی تو

جہانگیر نے جواباً لکھا :-

کاش باشد نور ہم نرگس دلجوی تو

ہلال عید بر اوج فلک ہویدا شد

کلید میکدہ گم گشتہ بود پیدا شد

دوسرے تذکروں سے منتخب اشعار

ما نا کہ بہ برگ گل نوشتیم　　شاید کہ صبا بادرساند

رُباعی :

ہر کس بضمیر خود صفا خواہد داد　　آئینہ خویش را جلا خواہد داد

ہر چیز کہ شکستہ بود دستش گیر　　بشنو کہ ہمیں کاسہ صدا خواہد داد

رُباعی :

ای آنکہ غم زمانہ پاکت خوردہ　　اندوہ دل وسوسہ ناکت خوردہ

مانند قطرہ ہای باران بزمین　　جا گرم نکردہ ای کہ خاکت خوردہ

مخزن الغرایب۔ کلمات الشعرا : ص ۲۴۲۲

بادۂ گل رنگ در گلزار می باید کشید　　ابر بسیار است می بسیار می باید کشید

رسم ادب از اشک بیاموز کہ بی جرم　　از چشم من افتادہ در پای من افتد

بدامنت برسد دست کسی کہ جلوۂ ناز　　ترا پیام فلک برد و نردبان برداشت

چنان بدست رضا دادہ ام عنان　　کہ غیر من ہمہ کس اختیار من دارد

برتر شود ز کشتہ شدن قدر و قیمتش　　عشاق را طبیعت سیماب دادہ اند

پرہیز کن ز زخم نگاہ من ای رقیب　　کین دشنہ را بخون جگر آب دادہ اند

خلاصۃ المضامین مولفہ ۱۰۴۰ھ اوٹوگراف پنجاب یونیورسٹی لائبریری (ص - ۲۵۷)

چنداں خلید سوزن الماس در جگر کز آہ و نالہ دوخت دہان و لب مرا

رفتی ای قاصد و نمی آئی مگرت پای در حنا بستند (ریاض الشعراء۔ ص ۷۰)

دل بد مکن کہ عمر نماند بہیچ کس این یک نفس کہ خوش گذرد بس غنیمت است (شمع انجمن)

خوبرویاں بہر قتلم چہرۂ گلگوں کردہ اند حیرتی دارم کہ آتش را بہ چمن بستہ اند

(بیاض، مجموعہ شیرانی شمارہ ۲۲۷۹)

جہانگیر کو اپنا ایک شعر بہت پسند تھا۔ وہ لکھتا ہے کہ بہ چراغچیان و قصہ خوانان فرمودم کہ در وقت سلام صلوٰۃ فرستادن و قصہ گذرانیدن در آمدہ باین بیت کنند؛ :

بود بر آسمان تا مہ را نور مباد اعکس او از چتر شاہ دور

تز نگردد کام من گر بخت دریا در کشم شربت دیدار باید تشنہ دیدار را

(نتائج الافکار۔ ص ۱۵۸)

مربی علم و ادب ۔ اپنے باپ اکبر کی طرح جہانگیر بھی علم و ادب کا مربی رہا۔ علما اور مشائخ کی مجلسیں بھی جمتی رہیں۔ وہ ان کا بڑا قدردان تھا۔ اقبال نامہ جہانگیری میں عہد جہانگیری کے علما کے نام مندرج ہیں۔ ان میں کچھ تو غیر ملکی ہیں باقی ہندو پاکستان کے علما میں سے ملا عبدالحکیم سیالکوٹی، خواجہ عثمان حصاری، ملا محمد جونپوری، شیخ عبدالحق دہلوی اور شیخ احمد سرہندی کے نام سر فہرست ہیں۔

چونکہ جہانگیر خود شعر شناس تھا اس لیے شعرا کی قدردانی اور سرپرستی تو مسلّم ہے۔ طالب آملی۔ عرفی۔ نظیری۔ شکیبی۔ حیاتی۔ علی احمد نشانی۔ شیدا۔ عارف ایگی اس کے دامن دولت سے وابستہ رہے اور انعام و اکرام پاتے رہے۔ سعیدای زرگر باشی نے امیر معزی کے تتبع میں ایک قصیدہ لکھا جس کا مطلع یہ ہے ؎

ای نہ فلک نمونۂ از آستان تو دوران پیر گشتہ جوان در زمان تو

جہانگیر نے خوش ہو کر اس کو سونے میں تلوایا[۱] نظیری کو ایک قصیدہ کے صلے میں ایک ہزار روپیہ گھوڑا اور خلعت عطا کیا[۲]

۱؎ تزک جہانگیری (نولکشور) ص ۲۴۲ ۲؎ ایضاً ص ۹۲ - ۳؎ ایضاً ص ۹۹

شہنشاہ کی تقلید میں امرا میں سے اعتماد الدولہ آصف خاں، عبدالرحیم خانخاناں، مرزا غازی خاں شاعر تھے اور شعرا کے قدردان بھی تھے۔

مصنف

جہانگیر نے اپنی تخت نشینی کے بعد اپنی زندگی اور حکومت کے طور اطوار کے متعلق یادداشتیں لکھنا شروع کیں۔ موجودہ محاورے میں یہ ایک قسم کی ڈائری تھی۔ جہانگیر کے سامنے اپنے پردادا شاہنشاہ بابر کی تزک کا نمونہ موجود تھا۔ اس لیے عام طور پر ان یادداشتوں کو بھی تزکِ جہانگیری کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ لیکن مختلف طور پر ایک متعین نام نہ ہونے کی وجہ سے اس کو تاریخ سلیم شاہی۔ کارنامۂ جہانگیری واقعات جہانگیری۔ بیاض جہانگیری۔ اقبال نامہ۔ جہانگیر نامہ اور مقالاتِ جہانگیری بھی کہا جاتا رہا ہے جہانگیر نے پہلے بارہ سالوں کے احوال و کوائف لکھ کر ان کو مجلد کیا اور امرا و عہدے داروں میں تقسیم کیا۔ سب سے پہلا نسخہ شاہزادہ خرم (شاہجہاں) کو عطا ہوا۔ تخت نشینی کے سترھویں سال تک ضبط احوال و تاریخ کا یہ سلسلہ چلتا رہا۔ اس سال جہانگیر بیمار ہو کر کمزور ہو گیا، اس لیے تاریخ کا یہ سلسلہ معتمد خاں نے جاری رکھا اور وہ انیسویں سال کے آغاز تک واقعات کو قلمبند کر سکا۔

تاریخی نقطۂ نظر سے تزکِ جہانگیری نہایت اہم دستاویز ہے۔ جہانگیر کی زندگی شخصیت اور اس کے عہد کے متعلق اس سے بڑھ کر اور کونسی مصدقہ تاریخ کا ماخذ ہو سکتا ہے کہ بادشاہ نے خود ہی تمام حالات لکھ دیے ہوں اور ان کے متعلق شک و شبہ کی گنجائش نہ ہو۔ اس کتاب میں عہدِ جہانگیری کی تمام جنگوں۔ بغاوتوں اور فتوحات کا ذکر موجود ہے۔ اس میں تمام نئے قوانین و ضوابط و فرامین کے پورے متن موجود ہیں۔ مشہور و معروف عہدیداروں کی ترقیاں اور معزولیاں مندرج ہیں۔ اس نے ان عجوبۂ روزگار اشیا کا حال قلمبند کیا ہے، جن کا ذکر اس تک پہنچا یا جو اس نے خود دیکھیں۔ شرقاً غرباً یا شمالاً جنوباً جب اس نے سفر کیا تو تاریخ وار اپنے سفر کے حالات لکھے۔ دورانِ مسافرت میں شہروں قصبوں اور دیہاتوں کی تاریخی و جغرافیائی خصوصیات پر روشنی ڈالی۔ وہاں کے جمادات، نباتات، حیوانات کا حال ایک ماہرِ فن کی طرح تمام خصوصیات کے ساتھ بیان کیا ہے۔ اس نے بے لاگ اور غیر متعصب مورخ کی طرح اپنی شراب نوشی اور قتل ابوالفضل جیسے جرم کا اخفا بھی نہیں کیا۔

تزکِ جہانگیری کا اسلوبِ بیان واضح، صریح اور قطعی ہے۔ جہاں بھی اس نے کسی جنگ کی کیفیت

بزم عیش و نشاط، شکار، مناظرِ قدرت کا حال لکھا ہے۔ ہوبہو آنکھوں کے سامنے نقشہ آگیا ہے۔ اس کے بیان میں قطعیت ہے۔ وہ مسائلِ فلسفہ کو بھی نہایت صراحت سے بیان کرتا ہے۔ جذبات و احساسات بیان کرنے میں بھی سوز و اخلاص جھلکتا ہے۔ اس کی نثر کا نمونہ یہ ہے۔ خسرو کی ماں اس کی نافرمانیوں کی وجہ سے خودکشی کر لیتی ہے۔ جہانگیر اس کی وفات پر اپنے تاثرات لکھتا ہے۔

"از خوبی ہا و نیکذاتی ہائے او چہ نویسم عقلی یکمال داشت و اخلاص او بمن در درجہ بود کہ ہزار پسر و برادر را قربان یک موی من می کرد۔ مکرر بہ خسرو مقدمات نوشت و او را دلالت بہ اخلاص و محبت من میکرد۔ چوں دید کہ ہیچ فائدہ ندارد۔ از غیرتی کہ لازمۂ طبیعت راجپوتانی است خاطر بر مرگ خود قرار دادہ۔ روز بیست و ششم ذی الحجہ ۱۰۱۳ھ افیون بسیار در عین سوزش دماغ خوردہ در اندک زمانی درگذشت۔ ز قوت او بنا بر تعلقی داشتم ایامی بر من گذشت کہ از حیات و زندگانی خود ہیچ گونہ لذتی نداشتم۔ چہار شبانہ روز کہ سی و دو پہر باشد غایت از کلفت و اندوہ چیزی از ماکول و مشروب وارد طبیعت نگشت۔"

رائل ایشیاٹک سوسائٹی لندن میں تُوزکِ جہانگیری کا ایک جعلی نسخہ مکتوبہ ۱۰۴۰ھ موجود تھا۔ ۱۸۲۹ء میں میجر ڈیوڈ پرائس نے انگریزی میں جس کا ترجمہ شائع کیا اس پر بہت سے تبصرے اور تنقیدیں ہوئیں۔ آخر یہ طے پایا کہ تُوزکِ جہانگیری کا اصلی نسخہ وہ ہے جو سر سید احمد خاں نے غازی پور اور علی گڑھ میں ۱۸۶۴ء میں شائع کیا تھا۔ راجرز نے اس کا انگریزی میں ترجمہ کیا۔ بعد میں ہنری بیورج نے اس پر نظرِ ثانی کر کے تصحیح کی۔ خدابخش اورینٹل پبلک لائبریری میں تُوزک کا قدیم ترین نسخہ موجود ہے جو شاہزادہ محمد سلطان پسر اورنگ زیب نے گولکنڈہ کے بادشاہ قطب شاہ کی لائبریری سے ۱۶۵۶ء میں حاصل کیا تھا۔

محمد شاہ کے عہدِ سلطنت میں (۱۱۳۱ - ۱۱۶۱ھ) محمد ہادی نے تُوزک کو دوبارہ مرتب کیا اور احوال و واقعات کو اختتام عہدِ جہانگیری تک لکھا اور دیباچہ میں سالِ پیدائش سے لے کر تخت نشینی تک جہانگیر کی زندگی کے حالات مختصراً بیان کیے۔